

212

4P3

معیار ایمان

ایک مظلومہ کی فریاد اپنے پدر بزرگوار کے شیعوں کے نام

ایمانداری کا امتحان - ہمیں بھی دیکھنا ہے کہ کون حق کا حامی ہے
اور کون محض مفسد و حاسد ہے

”شہید انسانیت“ کی مخالفت کرنے والوں کیا امیر المومنین، امام حسن
سیدہ زنان عالم - ہماری مظلوم شاہزادی جناب زینبؑ اس کی سختی
نہیں ہیں کہ تم ان کی حمایت و نصرت کرو اور اعلان حق میں لایح
خوف، و باؤ نہ سہو اٹھو اور کتاب نہ منیت کر بلا گو دنیا سے نیت و تابو کو
اگر تم اس وقت چپ رہے یا عیب پرشی کی تو معلوم ہو گا کہ شہید انسانیت کی
مخالفت حمد اور مفسدہ پر دوزی کے علاوہ کچھ نہ تھی -

بسم الرحمن الرحیم
۲۹۷

۹۱۲

۱۹۱۷

زمانے کی روش نے ہر عالم و جاہل کو نام و نمود کی ہوس میں یوں بے بصیرت
کر دیا ہے کہ اسلام و کفر و بنداری و بے دینی میں فرق سمجھ بغیر ہر شخص مومنین و مصنفین
کی فہرست میں کسی نہ کسی صورت کے نام لکھوانے پر تیار ہے۔ اسی حرص ہوس نام و نمود نے
دنیاے اسلام کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اخبار میں مضامین بھفلٹ۔ چھوٹے بڑے رسالے اور
مختلف رنگ و روپ کی کتابیں دنیا کو ہلکے ڈالتی ہیں اور وہ حیا سوز مضامین
مختلف صورتوں سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جو تہذیب و تمدن۔ انسانیت کے لحاظ
پر کلنگ کاٹیکہ اور اسلام و ایمان کی بنیادوں کو ہلانے میں کوشاں ہیں۔ بے عقلی مگر
عقلوں پر ناز۔ کامل جہالت اور علم کا دعویٰ۔ پیسہ کمانے کی ہوس اور شہرت کے جذبہ
نے ہر شخص میں یہ جرأت و جبارت پیدا کر دی ہے کہ قلم اٹھائے اور اپنے صحیح یا غلط خیالات
دنیا کے سامنے حقیقت کے لباس میں پیش کر دے۔ خود تو گم کردہ راہ تھے ہی مگر دوسروں
کو بھی ضلالت کی ایسی گہری خلیج میں ڈھکیں دیا جس سے باہر آنا تمام عمر ممکن نہ ہو انہیں
کوششوں کا آخری ثمر یہ ہے کہ وحشت کا نام تمدن۔ بے ادب کا نام مودب جس کو
تہذیب و دور کا بھی لگاؤ نہ ہو اس کو دنیا مہذب سمجھ رہی ہے۔ انقلاب و ہنیت میں
سمی ہو! میں سیم پوری بن گئیں لوگ سعادت و خوشی سے یوں بے بہرہ ہوئے کہ دلوں
میں کوئی تفرقہ ہی نہ رہا۔ مومن کو کافر اور کافر کو مومن کہنا عین دیانت ہو گیا۔

برعکس نمنہ نام زندگی کا نور

مذکورہ بالا حیثیت کی چیزیں تو بہت سی پیش نظر ہیں ممکن ہے کہ آئینہ نذر نظرین
کی جائیں مگر اس وقت تو ہر اہل ایمان و انصاف کو صرت زینت کربلا کی طرف متوجہ کرتے
ہیں جو آغا غلام صاحب کی تصنیف و تالیف ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ موصوف نہ کوئی بزرگ
عالم ہیں نہ مؤرخ نہ مجتہد ہیں نہ علامہ اس لئے ممدوح نے جو کچھ لکھ دیا وہی ستر کھول
پر رکھنے کے قابل۔

مگر یاد رکھئے کہ کفر کفر ہے چاہے عالم کی زبان پر ہو یا جاہل کی۔ جھوٹ جھوٹ ہے
مجتہد کے قلم سے نکلے یا مقلد کے۔ اور نہیں اگر عند یہی ہے کہ شہر ہر لغزش کے بعد قابل
مدح و ستائش۔ تو ہمیں بھی منظور مگر یہ اس وقت تک تھا جب تک جانشین جناب حضرت
طالب شاہ مولوی سید محمد سعید صاحب نے اس حیا سوز کتاب پر تقریظ نہ لکھی تھی اور اس کی
توثیق میں قلم نہ اٹھایا تھا۔ مگر فاضل علوم مشرقی۔ محمد زبیب صاحب کی توثیق ناکافی سمجھا
مولوی محمد سعید صاحب نے اپنی توثیق سے اس کتاب کو قرین فرمادیا اور شوق تقریظ نویسی
میں اپنی مدح و ستائش کے درتیم اس لغوی کتاب پر نگھا دیتے ہوئے لکھ دیا کہ کتاب میں مولوی
نے علمی و ادبی افادہ کو کافی دھچپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور پھر آگے بڑھ کے یہ بھی تحریر
فرمادیا کہ اس باب میں آپ کی نظر سطحی نہیں ہو بلکہ عمیق ہے۔ اور آگے چل کر یہ بھی ارشاد
فرمادیا کہ حضرت محدثہ عصمت سلام اللہ علیہا کی پاکیزہ زندگی سے تہذیب نفس اور تہذیب منزل
کے جو اصول آپ نے اپنی جناب شہر نے (وضع فرمائے ہیں وہ طبقہ فہموں کے لیے بے شبہ ترین
دستور العمل پیش کرتے ہیں۔ اور آخر میں خاتمہ اجتہاد و زیریوں بھی روانی دکھلا گیا کہ اس حال
ہر طرح اس کتاب کو دیکھنے والے کو سب سے پہلے آموز بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس سے امید ہے کہ یہ

کتاب مومنین میں خاطر خواہ مقبول ہوگی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون بخیرید انسانیت کی مخالفت اور مولوی علی نقی صاحب کے بدین اور وہابی ثابت کرنے میں دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا جائے قبیلوں کے منہ کھول دیے جائیں۔ دو لنگڑوں سے لے کر شرعی لنگڑوں تک زرد چوہا کی بارش کر دی جائے ایٹیشن نچا رہے شعراء اور دغائین کے قلم خریدے جائیں مگر کتاب زینت کربلا جو دراصل قابل صد ہزار نفرت و ملامت ہے اس کی تصدیق و توثیق کی جائے۔ اور پڑا ہی پکا ایمان دار نام حسین کا فدائی۔ نچا رہے سرفراز ہی زینت کربلا پر دیو پور کرتے ہوئے مدح و ستائش کرے جو سر سے پائے لنگڑا کا دو کذب و بہتان سے بھر نرے۔

وہ کیا ایمان ہے اور کیا اصناف۔ مگر ہیں مکتبہ ہیں ملا کیا میں مولوی سعید صاحب اور علم حسین جیسا ڈیڑھ سرفراز سے دیانت کر سکتا ہوں کہ ایسی کتاب صرف اس لئے قابل تصدیق توثیق ہوگی کہ جناب عالی کو تقریباً لکھے کا شرف پہلے پہلے حاصل ہوا تھا۔ یا صرف اس لئے کہ یہ لغوی کتاب جو بدین ایمان پر بہت تاریک و متنبہ کی جا سکتی ہے سکارنا صرملت طاب خواہ کی طرف غصہ سبکی گئی تھی یا نام و نمرد کی قتلانے اس حیا سوز کتاب کی توثیق پر کام کیا بغیر کچھ سبب ہوگا۔

دیں آئینہ طوطی صغیر دہشتہ ام

البتہ مولوی محمد سعید صاحب کی توثیق کے بعد اب نہ اس کی ذمہ داری آغا خاں صاحب پر اور نہ وہ ہمارے مخاطب ہیں۔ یہ جہالت تو ان کی ضرورت تھی کہ مکتوباً صحیحہ حال نہ بننے کے بعد انہوں نے قلم اٹھایا ہی کیوں مگر صفحہ ۱۴ سطر ۱۲ میں یہ لکھ دینے کے بعد وہ بری الذمہ ہو گئے۔

اسکارنا صرملت کے نام نامی کو بزرگ رکھنے والے مولانا سید محمد سعید صاحب قبلہ موجود ہیں

میرا فرض تھا کہ مسودہ ان کی خدمت میں پیش کروں جناب موصوف نے ملاحظہ فرماتے مقرر
 کرم فرمایا: اب تو ساری و تہمداری صرف مولوی محمد سعید صاحب ہی پر عائد ہوتی ہے شہر
 غریبے تو اپنے سے بہتر سستی سمجھو کہ مولوی صاحب کا اپنا مسودہ دیدیا تھا اور یقیناً اس امید
 پیدا ہوگا کہ مجھ سے جو لغزش ہوگئی ہو اسے مدوح و مست فرما دیجئے۔ مگر ادب خویش.....
 انھیں مدد ہزار افسوس کہ پوری کتاب دیکھ لینے کے بعد بھی مولوی صاحب کی سمجھ میں آیا کہ
 یہ کلاں کا ٹیکہ اس قابل نہیں ہو کہ موصوف اپنے واسطے پسند کریں یا جناب دروہ کی طرف منسوب کیا
 اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کتاب زینت کر بلا میں کیا کیا جوہر ریزے ہیں جن کی جگہ
 مولوی محمد سعید صاحب نے توثیق فرمائی ہو ادا ٹیڈیٹر صاحب سسرار نے اس پر ریویو فرماتے ٹہری
 زہر دست دینی خدمت ادا فرمائی ہو۔

(۱) جہاں جہاں خلفا ثلاثہ یا عائشہ کا نام ہو ہر مقام پر تعظیمی الفاظ جناب اور حضرت تحریر
 فرمائے گئے ہیں۔ اور ہر نام پر رد ہو جی اللہ رحمہ کا محنت ہے لکھا گیا ہو۔ اور اس کا مقابلہ میں
 اکثر وہ مقالات ہیں جہاں مصومین کے اسماء کے ساتھ نہ جناب ہو وہ حضرت نہ نام کے اوپر ہے
 نہ ۲۔ کیا اس بڑے حد کے صحابہ ادا نگہ کی توہین کچھ اور ہو سکتی ہو ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰ سطر ۱۰
 صفحہ ۲۱ سطر ۲ وغیرہ وغیرہ ایسے بیسیوں مقام ہیں۔

(۲) بقول مولوی محمد سعید صاحب کے مصنف زینت کر بلا کی عمیق نظر ملاحظہ ہو تحریر کرتے ہیں کہ
 جناب سیدہ کی تین صاحبزادیاں تھیں۔ زینت، ام کلثوم، رقیہ۔ دو صاحبزادیاں بہت
 مشہور ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی صاحبزادی تھیں مگر تین صاحبزادیاں شہر صاحب
 کی عمیق نظر اور مولوی محمد سعید صاحب کی توثیق کا نتیجہ ہیں۔ امید ہو کہ مولوی محمد سعید صاحب

بہت جلد ان متنبکتابوں کا اعلان فرمادیجئے جنہیں جناب سیدہ کی تین صاحبزادیاں مرقوم ہیں۔
(۳) ۱۷۱ صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں جناب سیدہ کے تین صاحبزادے تھے حسن حسین مجسم کجینی
میں انتقال فرما گئے۔

سرکار خداداد ہوا کہ سن کا شمار بن ماورے کیا جاتا ہی یا وقت ولادت اگر مولوی محمد سعید
صاحب کی تحقیق یہ ہو کہ زمانہ حمل ہی سے سن کا شمار ہوتا ہی تو ثابت فرمائیں کہ اس کا کوئی
شاہد ہی نہیں۔ اور اگر وقت ولادت کے عمر کا حساب ہوتا ہی تو فرمائیے کہ کہنی میں انتقال
فرما گئے، یہ جملہ صحت ہی واسطے استعمال کیا گیا ہی یا نہیں کہ خلفائے علم پر پورہ ڈالا جائے
اور یہ ثابت کیا جائے کہ جناب سیدہ کا پہلو مجروح ہوا نہ جناب سیدہ کے بطن میں جناب حسن
کی شہادت ہوئی بلکہ بعد ولادت کم از کم چند دن زندہ رہ کے انتقال کیا۔ یہ ہو سکتی خلفاء کی
انتہائی حد کہ ایک مسلم التبت علم پر انفاط کے گھر سے پھوٹنے میں مولوی محمد سعید صاحب نے شہرستان
کا ہاتھ بٹایا ہی معلوم نہیں یوم حشر یہ دونوں بزرگ سیدہ مظلومہ کو کیا منہ دکھائیں گے۔
پھر مذکورہ تحقیق عین ہی پر اکتفا نہیں کی گئی ہی بلکہ آگے بڑھ کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ سیدہ
میں جناب زینب کی ولادت باسعادت واقع ہوئی ۱۷۱۷ھ کے ماہ میں جناب ام کلثوم معروفہ جو
میں آئیں۔ اس کے بعد ۱۷۱۸ھ میں جناب حسنؑ، یہاں بھی راز شہادت پر پورہ ہی ڈالا۔ اور
جناب زینب اور ام کلثوم کی ولادت کے ضمن میں تذکرہ جناب حسنؑ کو حذف خبر کے ساتھ ذکر
کیا جو اس کا ثبوت ہو کہ آپ کی بھی فطری طریقہ سے ولادت ہوئی شہید نہیں ہوئے پھر یہ سوال ہی
پیدا ہوتا ہی کہ جناب رقیہ جو بیسی صاحبزادی تھیں وہ کب پیدا ہوئیں معلوم ہوتا ہی کہ حسب
تحقیق مولوی صاحب جناب رقیہ دونوں بہنوں سے بلکہ شاید بھائیوں سے بھی بڑی تھیں

یہ پہلی مولوی محمد سعید صاحب ہی ہو جاسکتے ہیں۔

(۴) خدا کے واسطے انصاف فرمائیے اور ایسا انداز سے کام لے کر بتائیے کہ اس سے زائد ہماری شاہزادی کی توہنی کیا ہو سکتی ہے کہ جناب زنیب کے نام کا ترجمہ کہتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ زنیب ازبے مرکب ہے جس کے معنی ہیں فریب۔ آگے بڑھ کے اپنے اپنی اُردو زبان کی مثال دے کر زنیب کا ترجمہ دی شتی، اے کیا ہے۔ خدا کی پناہ ترجمہ دیکھ کر دل لرز جاتا ہے مگر مولوی محمد سعید صاحب کی رگ محبت اہلیت میں جنبش نہ ہوئی ورنہ ہماری شاہزادی کی اس انتہائی توہین پر مہر تو شتی مثبت نہ فرماتے۔ ملاحظہ ہو زینت کربلا صفحہ ۱۹۔

دہ صفحہ ۲۲ سطر ۲۔ لکھتے ہیں کہ جس دختر کو علی رضی اللہ عنہ نے علم لے پڑھایا لکھا یا پڑھا اور مولوی محمد سعید صاحب اس کا ثبوت پیش کریں کہ امیر المومنین کا جناب زنیب کو پڑھانا لکھا محض قیاس باطل ہے یا کسی معتبر کتاب میں مذکور ہے؟ دو سو گز یہ کہ اگر امیر المومنین کا جناب زنیب کو پڑھایا تھا تو پھر امام زین العابدین نے باز ارفوفہ میں جناب زنیب فرمایا کہ نہت لکھا اللہ عالمۃ خیر معلّمہ آپ وہ عالمہ ہیں جس نے کسی سے پڑھا نہیں۔ اس فقرہ کے کیا معنی ہیں معاذ اللہ امام نے غلط کہا یا آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں؟

(۶) ہماری اس تبکس شاہزادی کے تعلق لکھا ہے کہ اس کے تھلے سے بول رہی تھیں اہل زبان انصاف کریں کہ یہ جملہ اس مظلومہ کے شایان شان ہے یا نہیں؟ صفحہ ۲۲۔

(۷) صفحہ ۲۳ پر جناب زنیب کو رسول کی صلی و خیر قرار دیا ہو۔ پھر صفحہ ۲۶ پر بھی یہی لکھا ہے۔ پھر صفحہ ۲۸ پر جناب زنیب کو دختر رسول لکھ کر جناب اُم کلثوم کو بھی دختر رسول لکھا ہے اور دختر رسول کی شادی ابو العاص کا فرسے بتائی گئی ہے۔

مولوی سعید صاحب فرمیں کہ ان دونوں صاحبزادوں کو رسول کی صلی
خیر کما خلاق منکات فیہ سچا نہیں۔ خصوصاً جبکہ سرکار ناصر الملک طاب ثراہ
کی تحقیق یہ تھی کہ یہ دونوں جناب خدیجہ کی بھی دختر نہ تھیں۔

میں تفادوت رہا کجاست تاہم کجا

پھر اسی صفحہ پر جناب ام کلثوم دختر جناب سیدہ کے نام کو کنیت قرار دے کے
معنی سمجھائے ہیں کہ جیسے ہمارے یہاں ہسائیاں ایک دوسرے کو پکارتی ہیں الملکی
آقاں۔ ڈھاکہ کی خالہ۔ یا میاں بیوی ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ مٹی کے آبا
یا مٹی کی اماں۔

استغفر اللہ ربی۔ اہمیت کے نام پر جان دینے والے اپنے دونوں پر ہاتھ رکھ
کے کہیں کہ کیا یہ دین و دنیا کی شاہزادیاں اسی قابل ہیں کہ ان کے اسماء طیبہ کا ترجمہ
یوں کیا جائے بریں عقل پوشش بجا مدگریت

کیا یہ صادقہ شاہی دور کی پیر دی نہیں جس میں الوہرات کا ترجمہ محل الفاظ کے
ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۸) صفحہ ۳ پر جناب زینب کو عصمتا مصری لکھ چوڑا معصومین میں پنڈتھیں
معصومہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(۹) صفحہ ۵۲ پر جناب آمنہ جناب خدیجہ جناب زینب جناب فاطمہ بنت اسد کے
متعلق لکھا ہے کہ ان میں سے ہر معصومہ کے فضائل سے اسلامی کتابیں بھری پڑھی
ہیں۔ اور یوں چوڑا معصوم سے بڑھا کر اٹھارہ معصوم قرار دیئے ہیں جس کا قائل

میتا ہوا ہے۔

(۱۰) صفحہ ۴۱ پر سُرخ دی ہے ”اللہ کی مقبول ترین بندیاں“ اور اس کے بعد جناب مریم اور جناب سیدہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے ”انصاف فرمائیے کہ کیا سُرخ کے الفاظ ان شاہزادیوں کے شایان شان ہیں یا نہیں؟ اس کے بعد لکھا گیا ہے کہ جناب مریم میں صرف فضیلت تھی کہ وہ جناب عیسیٰ کی ماں تھیں۔ جناب آسیہ میں صرف یہ فضیلت تھی کہ وہ مظلومہ جناب موسیٰ کی تربیت کی جس سے معلوم ہوا کہ ان منکلمات میں کوئی ذاتی فضیلت تھی۔ مولوی سعید صاحب فرمائیے کہ کیا یہی تحقیق عمیق ہے۔

(۱۱) صفحہ ۴۲ پر ایک واقعہ بہت ہی گھما بھرا کے الفاظ کے گورکھ دھندوں میں لکھا ہے مگر یہ امر بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جناب امیر المومنین اور جناب سیدہ میں کبھی لڑائی بھی ہو جاتی تھی اور جناب رسالت صلی علیہ وسلم کو دیتے تھے کیا یہ واقعہ طرفین کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔ اور اس واقعہ کی توثیق کرنے والا فضیلت سے خارج نہیں ہے؟

(۱۲) صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بلال بھی جناب سیدہ کے مکان کے اندر جاتے تھے اور شاہزادی کے عوض چکی پیستے تھے اور شاہزادی ان سے باتیں کرتی تھیں جناب سلمان کے متعلق حضرات علمائے یہ تادیل فرمائی ہے کہ وہ اہلبیت میں داخل تھے اور تقریباً ۳۰ برس کی عمر تھی غیر ادنیٰ الاربہ میں تھے مگر بلال کے گھر میں جانے سے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص مکان میں جاسکتا تھا۔

(۱۳) اگر اسے کفر و شرک نہ کہئے تو آتا تو کہنا ہی پڑے گا کہ مولوی محمد سعید صاحب نے اشہر صاحب کا ہاتھ بٹائیے مذہبِ نبوی کی چولیں ہلا دیں اور مذہبِ نبویہ کہ بیخ و بن سے

اٹھا پھینکا اور دین حق کو نیست و نابود کر دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ نخبیہ اور مشریت
حاصل کیجئے۔

ملاحظہ ہو مفسرہ سطر ۴۷ میں وقت جناب عائشہ کے ادنٹ کے گرد اگر دسخت جنگ
ہو رہی تھی اور کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتی تھی عائشہ کے نام پر دین بنا ہوا ہے تو علی رضی
نے حکم دیا کہ ادنٹ کی کوبیں کاٹ دو۔ کسی نے بڑھ کے تلوار کا ایک ہاتھ مارا اور
ادنٹ گرا۔ اس وقت کسی نے چلا کے کہا انا قبول اللہ فی حرمہ رسول اللہ سلماتوں
خدا کا خوف کرو زجر رسول کی بے حرمتی نہ ہو جائے۔ یہ آواز نہتے ہی علی رضی نے
منیاب ہو کر اپنے فرزند امام حسن سے کہا یا بنی ہکلت دنیا غضب ہو گیا میں ہلاک
ہو گیا امام حسن نے عرض کی قلہ خبیث عن مسیہک میں نے تو آپ کو یہاں تشریف
لانا سے پہلے ہی منع کیا تھا علی رضی نے فرمایا لعل ان امی ان اکامر یصل الی ہذا
مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ نوبت پہنچ جائے گی۔

ایمان والے انسان کریں کہ مولوی محمد سعید صاحب نے اس کی نقدیق نہیں کر دی
کہ امیر المومنین نے جنگ جبل میں معاذ اللہ اپنے باطل پر ہونے اور ہلاک ہونے کا
اقرار فرمایا۔ پھر مولوی صاحب نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ دو معصوم باپ بیٹوں میں اختلاف
رائے بھی ہوتا تھا۔ اور اعلیٰ و اشد اگر معصوم باپ اپنے نور نظر کی رائے پر عمل نہ کرتا
تھا تو معصوم فرزند محل پائے ٹوک بھی دیتا تھا کہ معاذ اللہ میری رائے پر عمل نہ کرنے
سے یہ روز بد و کینا پڑا۔ اور اب امام کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔ خدا کی نپاہ
اگر بیوقوفہ صحیح مان لیا جائے تو پھر تمام اصول شیعہ یک قلم نیست و نابود ہو جاتے ہیں

نہ انہ کی مصیبت رہ جاتی ہے۔ نہ ان کا ہمیشہ حق پر ہوتا مستمر رہتا ہے۔ بلکہ عداوت
مابھی ہونا بھی نہایت نہیں ہوتا۔

اب حق ہم کو صاف ہی صاف دریافت کرنا ہو کہ آغا شہر صاحب مولوی محمد سعید صاحب
اور ڈاکٹر صاحب سرقرآن صاف صاف اعلان کریں کہ وہ کس مذہب کے پیرو ہیں کیا
وہ دراصل اس واقعہ کو صحیح مانتے ہیں یا اس کا اقرار کر چکے کہ انھوں نے ایسے واقعہ کی
تصدیق و توثیق کی اور نشر و اشاعت میں مدد دی جو ہر سچا علی اور امام حسنؑ کی دشمنی
اور مذہبِ شیعہ کے باطل ہونے کا اعلان ہے عاذا اللہ عنہم و اللعنا

(۱۴) ملاحظہ ہو صفحہ ۷۰ کہتے ہیں کہ جناب سیدہ نے رسول خدا کی رحلت کے
نومہ یا چھ ماہ کے بعد انتقال کیا۔ ارشاد فرمائیے کہ یہ کلمات تسبیح کے خلاف ہے۔
یا نہیں۔

(۱۵) صفحہ ۷۰ سطر ۲ جناب امیر المؤمنینؑ کی زوجہ محترمہ جناب امامہ کے متعلق
تحریر فرماتے ہیں کہ (رسولؐ) حالت نماز میں جس وقت قیام فرماتے تھے تو پیاری
پیاری امامہ کو اپنے کانہے پر بٹھالیتے تھے۔ جب رکوع فرماتے بٹھا دیتے۔ اور
بعد سجدہ پھر کانہے پر سوار کر لیتے تھے۔ یہ مولف کی اصل عبارت تھی مولوی محمد سعید صاحب
بتائیں کہ یہ الفاظ علیؑ کی زوجہ محترمہ کی شان میں اتہائی بدعتیں ہی ہیں یا نہیں نیز
یہ بھی ارشاد ہو کہ واقعہ کس معتبر کتاب میں مذکور ہے۔

(۱۶) زوردار مدح صحابہؓ کے اور مولوی محمد سعید صاحب کی مدح فرمائیے۔
صفحہ ۷۰ پر جنگ موتہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ دزدید ابن حارثہ خود جناب

جسٹر عبداللہ ابن مسعود اے علی دار غیبید ہے لیکن آشکارہ خالد ابن ولید کی
 ملامت کے فتح اسلام کا ڈنکا بجوا دیا ؟

پہلے تو یہ ثابت فرمائیے کہ یہ کس کتاب میں لکھا گیا ہے جو دوسرے یہ کہ یہ جناب
 جعفر کی منقعت اور خالد ابن ولید کی زبردست مدد ہے یا نہیں کہ جو کام جناب
 جسٹر وغیرہ نہ کر سکے وہ خالد ابن ولید نے کر دکھایا ۔

یہ ہے صحابہ کی قلبی محبت ۔ ابن کار از تو آید و مرداں چنین کنند

(۱۶) دیکھو اور ایمان کی نگاہ سے دیکھئے کہ نہ رسول کی عصمت باقی رکھی اور
 نہ آپ کی رسالت ۔ مؤلف و مصدق کی ایک گروٹش قلم نے رسالت کی بنیاد ہلا دی اور
 ایمان کا صفایا کر دیا ۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۶۲ جناب عبد اللہ ابن جعفر رضو ہر جناب
 زینبؓ نے مٹی کا اونٹ بنایا ۔ جناب رسالتؐ نے دریافت فرمایا کیا کرو گے جواب
 دیا کہ بیچوں گا ۔ فرمایا قیت کیا کرو گے ، جواب دیا کہ کھجوریں خریدوں گا ۔ پھر نہ کہ
 جناب رسالتؐ نے دعا فرمائی اللہم لا تزلزل فی منقعتہ یمینہ ۔ خداوند اقدس
 کی قوت بازو کی کمائی میں ہرکت دینا ۔

یاد رکھئے کہ وہی روح کی مجسم تقویر بنانے کی حرمت مسلمات شیعہ سے ہے
 اور نہی عن المنکر یعنی بری باتوں سے روکنا ہر مومن پر فرض ہے چہ جائیکہ پیغمبر
 مگر مولوی سعید صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ معاذ اللہ ہمارے پیغمبر نے عبد اللہ
 ابن جعفر کو اس فعل حرام سے نہیں روکا تو ماننا ہے گا کہ فریضہ رسالت ادا
 نہیں کیا ۔ بلکہ رسولؐ نے یہ فعل حرام دیکھ کر روکنے کے بجائے دعائے خیر دی ۔

خدا کی پناہ اس کے بعد رسولؐ کی عصمت کا قول یک قلم غائب ہو جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ مولوی صاحب نے نہ ہمارے رسولؐ کی عصمت باقی رکھنی چاہی۔ (۱۷ صفحہ ۶۳۔ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ ابن ابی سفیان۔ امام حسن امام حسینؑ عبداللہ ابن جعفرؑ ہر ایک کو ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ دیتے تھے جس کے معنی یہ ہوتے کہ ان حضرات کی بسر معاویہ کے عطیوں پر ہوتی تھی اور یہ حضرات بڑے ہی امیر کبیر تھے۔ جس کو بارہ ہزار روپیہ مہینہ صرف معاویہ کے یہاں سے ملتا ہو اس کو محتاج کہن کہہ سکتا ہے کم از کم ایک راجہ کی حیثیت تو ضرور ہی تھی۔ یہ ہے مولوی سعید صاحب کی تحقیق کا نتیجہ۔

اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ بعد وفات معاویہ امام حسینؑ تو تشریف نہیں لے سکے لیکن عبداللہ ابن جعفرؑ یزید کے پاس گئے اور کہا تمھارے والد ماجدؑ خیریت ہوئی کہ مصنف نے مرحوم و مرحومہ نہیں لکھا مگر ماجد کہہ کے تو مدح کر ہی دی، مگر ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ عنایت کرتے تھے اور صلہ رحمی ادا کرتے۔ تھے، یہ سن کر یزید نے چوگنی رقم دی۔

مولوی صاحب ارشاد فرمائیے کہ یہ کس زمانہ کا واقعہ ہے اور کس تاریخ سے نقل کیا گیا ہے امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے کا واقعہ ہے تو یہ عبداللہ کی کتنی بڑی منتقصت ہے کہ معاویہ کی خبر مرگ کے ساتھ ہی حسینؑ پر تو مظالم شروع ہو گئے مدینہ چھوڑ کے مکہ تشریف لائے یہاں بھی پناہ نہ ملی مصائب پر مصائب اٹھاتے ہوئے کر بلا پہنچے حدیہ ہے کہ خود جناب زینبؑ اور جناب عبداللہؑ کے بچے ناموں

کے ساتھ ان مصائب میں شریک تھے اور معاویہ اور جناب عبداللہ بنی نضیر نے
 تھے کہ امام کے مصائب کا خیال تھا نہ زوجہ اور بچوں کی فکر تھی بلکہ مال کی تلاش
 میں پزیر کے دربار میں پہنچے ہوئے تھے معاویہ کی مدح کر کے جلبِ منفعت کر رہے تھے
 اور اگر یہ واقعہ شہادت امام حسین کے بعد کا ہے تو خدا کی پناہ۔ کس شیعہ
 کا دل اسے قبول کرے گا کہ جناب زینبؓ کے شوہرانِ حالات میں پزیر کی
 دربارداریاں کر رہے ہوں۔ کوئی شیعہ تو اسے نہیں مان سکتا البتہ مولوی محمد سعید
 صاحب نے بنی ہاشم کی دشمنی پر کرباں دھ کے ہر بات کی تصدیق کر دی۔

پھر یہ بھی ارشاد ہو کہ معاویہ کی اس لمبی چوڑی عطا میں اور صلہ رحم میں
 مدح تھی یا نہیں۔ اور چلتے چلاتے یہ بھی فرما دیجئے کہ کیا سچ بیجا امیہ
 اور بنی ہاشم میں لٹنی ترابت تھی جس کا صلہ رحم معاویہ کرتا تھا۔

(۱۸) صفحہ ۶۸ ملاحظہ ہو جنگِ صفین اور حکمین کے تذکرہ میں ایک حرف

بھی ایسا نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر اس
 سے بڑھ کے معاویہ فکری اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایسی ایمان فروشگی تو قابل
 لعنت ہے کئی جا سکتی ہے۔

(۱۹) غور سے ملاحظہ فرمائیے اور توہین و تذلیل بنی ہاشم کی داد دیجئے

صفحہ ۷۷ سطر ۱۲ بنی ہاشم کے تذکرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ مردوں کا تو ذکر ہی کیا
 اس گھر کی خواتین کا بھی یہی عالم ہو کہ اپنے خاندانی فضل و شرف کے گیت گا گا
 کے گمن رہتی ہیں۔ خدا کی پناہ یہ بنی ہاشم کی عورتوں کی مدح کی گئی ہے

برائے خدا یہ بھی فرما دیجئے کہ بنی ہاشم کی وہ کن کن محدثیں تھیں جو کھانے
بجائے میں لگن رہا کرتی تھیں، اور کن کن مقامات پر ان محرمات کے کھانے
آپ نے سماعت فرمائے۔ معلوم نہیں بنی ہاشم نے آپ کی کیا خطا کی تھی کہ
آپ نے کوئی بات ان کی توہین و تذلیل کی اٹھانہ رکھی یا درکھے کہ بنی ہاشم
ہمیشہ مظلوم رہے اور مظلوم کا دل دکھانا اچھا نہیں ہوتا۔ یوم حشر جواب دہی
پر تیار رہئے۔

(۲۰) مولف رینٹ کر بلا صفحہ ۸۲ سطر ۱۳ میں تصدیق فرماتے ہیں کہ
”معاویہ بنی ہاشم سے صلہ رحم کرتے تھے اور بعد خلیفہ ثانی سیاسیات عرب میں
اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔“

اول تو نام پر رضی اللہ عنہ کا مخفف رض بنا ہوا ہے اور اس کے بعد
بنی امیہ اور بنی ہاشم کی نسلی قرابت تسلیم کی گئی ہے اور پھر صحابہ کی دل کھول
کر مدح کی گئی ہے۔ اور ثیب کا مصرع یہ ہے کہ مولوی محمد سعید صاحب نے اس
سب کی توثیق فرمائی ہے۔ سب مل کے فرمائیے زندہ باد

(۲۱) ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۸۳-۸۴۔ نہ امام حسینؑ کی عصمت
باقی رکھی نہ حسنؑ نفس سب پر ہاتھ پھیر دیا۔

لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہو کہ معاویہ نے یزید کی سلطنت کو مضبوط کرنے کے
واسطے یہ تدبیر سوچ لی کہ یزید کا عقد جناب عبداللہ شہر جناب زینب کی دختر ام کلثوم
سے ہو جائے۔ مروان کے وزیر سے امام حسینؑ کی خدمت میں یہ نسبت پیش کی گئی۔

امام حسین نے فرمایا کہ اس معاملہ میں خداوند عالم سے استخارہ کروں گا۔
 مولوی سعید صاحب تو روز ہی استخارہ دیکھا کرتے ہوں گے لہذا ارشاد فرمائیں
 کہ یہ عقد جائز تھا یا حرام؟ اگر حرام تھا تو فعل حرام کے واسطے مضموم نے استخارہ دیکھے
 کا وعدہ کیسے کر لیا اور اس وعدہ کے بعد امام کی عصمت باقی رہی یا نہیں؟
 اہل کفر کے مولف صاحب لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دو ایک روز کے
 بعد امام حسین اور مروان وغیرہ مسجد میں جمع ہوئے تو مروان نے پھر اس نسبت کا
 تذکرہ کیا اور امام حسین نے معاذ اللہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے استخارہ کا نتیجہ بتانے کے
 بجائے ام کلثوم و دختر عابد عبد اللہ کا نکاح ان کے چچا زاد بھائی قاسم ابن محمد
 سے پڑھ دیا صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر مروان نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آل ہاشم
 ہمیشہ غیامیہ سے برسرِ عداوت رہنا چاہتے ہیں۔ امام حسین نے فرمایا تمہیں یاد ہو گا
 حبیب میں نے عائشہ و دختر عثمان سے خواہش عقد کی تھی تو تمہنے جھٹ سے عبد اللہ
 ابن زبیر سے اس کا عقد کر دیا تھا۔ اب شکایت کیسی کسا قزوین تو ہیں؟ یعنی جیسی کرتی
 دیکھی بھرتی۔

ارشاد فرمائیے کہ یہ کس کتاب سے نقل فرمایا ہے کہ امام حسین نے دختر عثمان کی
 خواہش کی تھی اور یہ بھی فرمائیے کہ کیا یہ امام حسین کے نفسِ قدسی پر حملہ نہیں ہے
 کہ آپ نے محض بدلہ لینے کے واسطے ایسا کیا اگر بدلہ لینا مقصود نہ ہوتا تو شاید
 عقد کر دیتے۔

(۲۲) صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ مروان کے مال غنیمت میں ایک ہار تھا۔ جناب

زینب نے امیر المؤمنین کی اجازت کے بغیر رقمہ لکھ کر خزانچی سے منگا لیا اور صبح
 حیدر آباد میں حاضر ہوئے کہیں کے کوئی عورتوں سے ملیں۔

مولوی صاحب ارشاد فرمائیں کہ جنگ ہندوستان میں مال غنیمت آنا کس کتاب
 میں ہے اور پھر ہماری شاہزادی کو یہ کب جائز تھا کہ امام کی اجازت کے بغیر
 مال غنیمت میں قسرت کریں۔ آپ اس منظر کی طرف غل حرام کی نسبت دی یا نہیں
 اور پھر مصحف کی یہ حدیث تو آپ نے کتابوں میں دیکھی ہی ہوگی کہ عورتوں کو
 لکھنا نہ سکھاؤ تو کیا خود ثانی زہراؑ اپنے گھر کی تعلیم پر عمل نہ فرماتی تھیں کہ خزانچی
 کو رقمہ لکھا اور بقول آپ کے جب علیؑ نے خزانچی سے باز پرس کی تو خزانچی نے
 چپکے سے تحریر مذکورہ پیش کر دی۔

آپ کا یہ حبلہ کہ (چپکے سے) یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ کوئی جرم تھا جس کا
 خزانچی نے انکار کیا۔

(۲۳) صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے کہ جن معزز خواتین سے اصحاب خوئے وثوق کے ساتھ
 احادیث نبوی نقل کی ہیں وہ ازواج رسول میں سے یہ ہیں۔ جناب خدیجہ
 سے صرف (۱) حدیث مروی ہے جناب عائشہؓ وہ مہر پرہیزگار عورتیں تھیں (۱۰۱) حدیثیں
 تو معلوم ہوا کہ عائشہؓ کی بیان کردہ کل حدیثیں قابل قبول ہیں۔ کیونکہ
 مولوی صاحب رسول اللہؐ کا جنہوں کا مانع عائشہؓ کو لکھانا رسولؐ کا عائشہؓ
 کے ساتھ دور کرنا۔ اپنے کاندھے پر بیٹھانا وغیرہ وہی یہ حدیثیں تو انہیں

کے نزدیک موقوف ہی ہوں گی اور شاید معمول بہا بھی ہوں۔ ذرا ہماری بھی ہدایت فرما دیجئے کہ ان روایات کو صحیح سمجھیں یا نہیں۔

(۲۴) صفحہ ۱۱ پر جناب زینب کے خطبہ کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اس سے پہلے ہی بہتر طرز عرب عورت میری نظر سے نہیں گزری۔

خدا کی پناہ مودی صاحب نے یہ بھی نہ خود فرمایا کہ طرار کی لفظ کن عورتوں کے واسطے استعمال کی جاتی ہے۔ ہر یہ عقل و دانش بیاد گزرت۔

مذکورہ بالا خطبہ ہی کے ذکر میں صفحہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جناب زینب نے

”جوں ہی مجمع کی طرف اشارہ سے کہا۔ خاموش۔ فوراً سکوت چھا گیا حتیٰ کہ زیدی

نقاہتوں کی آواز بھی بند ہو گئی“ مجمع کے اس سکوت پر مولف کو تعجب ہوا کہ کیونکر

یہ کیفیت پیدا ہوئی مگر خود ہی اس تعجب کا جواب دیتے ہیں۔ فوراً ناظرین کو اس

ایمانی سے ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں ”وہ تو سلطان ادویا مولیٰ علیٰ کی

صاحبزادی تھیں ایک منجہا ہوا بازیگر بھی تماشہ دکھاتے وقت اپنی قوت ارادی

کے اثر سے مجمع کے سوا ہر شخص کو اپنا تابع کر لیتا ہے“

شرم شرم۔ مولوی محمد سعید صاحب آپ نے اسی کتاب کی توثیق و تصدیق

فرمائی ہے؟ اسی کتاب کے مولف کی مدح و ثنا کی ہے جس کے مذاق میں معاذ اللہ

جناب زینب کا خطبہ نہ تھا کسی مداری کا تماشہ تھا، کیا اب دنیا پر ایمان ایک بھی

سے تشبیہ کے تو ضمنی آمل رسولؐ کی حد گردی کہاں وہ قریش کی کافرہ عورتیں
جو دف بجا بجا کے گارہی تھیں اور کہاں ہماری اٹھانہ لڑی جو ثانی زہراؑ ہو۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور پھر تاریخ دانی کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ جنگ اُحد کے واقعہ کو جنگ بدر کے
سر تقویٰ۔ جب اتنی ہی تیز رفتاری تو ظلم اٹھانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ مگر افسوس یہ
کہ مولوی محمد سعید صاحب نے اشرکی نظر کو عین تبا کے اپنی نظر کا پل کھول دیا
(۲۶) صفحہ ۴۴ سطر، ملاحظہ فرمائیے۔ اور اگر کچھ بھی محبت اہلبیت ہے

تو اس کتاب کے صفحہ ہستی سے نیت و ناپود کرنے کی کوشش کے ساتھ ہی مولوی
سعید صاحب سے بھی برأت کا اعلان کیجئے ورنہ مولوی صاحب اپنی طفلانہ
حزابی اور شوق تقریظ نویسی میں روزانہ ایسی ہی تحریب ایمان کتابوں کی
توثیق فرما کے شیعوں کو گمراہی کے گڑھے میں ڈھکیل دیں گے۔ مومنہ متھے
ہیں۔ جناب سیدہ نے رفاقت علی مرتضیٰؑ میں تمام زندگی بسر کی فقو قاقہ میں

اُن کی شریک رہیں دوسری عورت ہوئی تو برقع سنبھال کے اٹھ کھڑی ہوتی
اور کہتی کہ بدی کا سلام لیجئے۔ پس خانہ آباد و دولت زیادہ یہ کیا سیدہ
زنان عالم کے واسطے کوئی مومن ایسے گستاخانہ الفاظ برداشت کر سکتا ہے
کیا نہ ہب نے ہی تہذیب سکھائی ہے کہ ایسی معصومہ کے تذکرہ میں ایسے
الفاظ استعمال کئے جائیں اور کیا اس سے بڑھ کے امیر المومنینؑ کی عصمت
پر کاری منہ بگ لگ سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ منافق ائمہ علی کا یہ تاوان اپنے انوالج

بغیر چین نہ کام۔ جناب زینب سے عورتیں تفسیر کلام مجید سنا کر میں حُرجِ حب آئے تو
 جناب زینب نے ایک رومال بطور تحفہ بھیجا۔ حُرجِ حب گھوڑے گرے تو جناب زینب نے
 بھائی کو توجہ دلائی کہ حُرج کی خبر لیجئے۔ امیر المومنین اس عقلمند شاہزادی سے
 مشورہ لیا کرتے تھے اپنے بچوں کے ہم پر آلاتِ حرب سجے اور ہنس نہس کر
 جناب جعفر اور جناب حمید کے کارنامے سنائی جاتی تھیں۔ شاہزادی کو حبِ مبارک
 پریدنے دربار میں بلایا تو پردہ ڈال کر پس پردہ بٹھایا۔

غرض کہاں تک لکھا جائے جو کچھ شعراء نے اپنے مرقعوں میں تخیلِ شاعری اور
 زبانِ حال کی صورت میں لکھا ہے وہ سب اس کتاب میں تاریخی اور معتبر واقعات کہیں
 میں بیان کر دیا گیا۔ غیر مذہب کے لوگ تو مرنیوں سے بھی دھوکا کھا جاتے تھے مگر کم از کم شیعہ
 سمجھتے ہی تھے کہ یہ زبانِ حال اور تخیلِ شاعری ہے مگر اب شہرِ صاحب کے سیرت
 جناب زینب میں لکھ دینے اور مولوی سعید صاحب کے تصدیق کر دینے سے تو ہر شیعہ
 بھی زینت کر بلائے مہارت۔ ایمان شکن فضائلِ انگیر مضامین کو صحت حق نہ لینے میں
 ذرا بھی پس و پیش نہ کرے گا۔

بر سے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مٹاں محمود

مؤلف نے سرائیکی پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے اور بہت سی رسموں کو شاہِ اودھ کی ایجاد
 اختراع قرار دیکر عدمِ قرار دیا ہے۔ انہیں رسموں میں دو پر کے فرادی ماتم کی بھی تذکرہ ہے
 بعض مذہبوں میں نکیتے نکیتے آپ بول بھی گھوم پڑے، کہ غفر کتاب کے
 اداس بارہ کہ قریبِ حرم کی بھڑکی بھوٹ لکھی، مائوں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ بھلا جنت کی

کھڑکی کو رسموں سے کیا ربط۔

جہاں اس وقت حسین منزل کی عالی شان عمارت ہو اس مقام پر سابقاً ایک چھوٹا سا مکان تھا جس کا مدوارہ بھی چھوٹا تھا۔ بعد ازاں مجلس خیرینہ صاحب فقہر کتاب صاحب اپنے مکان کی مختصر گنجائش اور عمارت خانہ حسین کی عظمت مد نظر رکھتے ہوئے زمین سے یہ کھڑکی میں شرکت کی استدعا کیا کرتے تھے کہ جنت کی کھڑکی میں بھی تشریف لے آئیے جب سے اس مکان کا نام جنت کی کھڑکی مشہور ہو گیا اس کو رسم سے کیا ربط۔ اور اگر یہ اسم رسم کے لحاظ سے قابل ترک ہے۔ پھر مہربانی کر کے کتب خانہ فردوسیہ کی رسم کو بھی ترک کر آئیے جو باغ کھجور میں نہ معلوم کس رسم کے تحت میں آگیا۔ اس زمانہ میں جبکہ صاحبان ایمان جوش محبت مذہب میں ہر طب و لباس کی تنقید کر رہے ہیں۔ ہم بھی صاحبان ایمان و انصاف کے سامنے کتاب زینت کربلا کو پیش کر کے ایک سیدہ مظلومہ بلکہ دین و مذہب کی طرف سے فرمایا کرتے ہیں کہ برائے خدا اس لٹری کتاب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیجئے اور جس طرح آپ شہید انسانیت کے ہر حامی اور نوید سے اظہار بیزاری و برائت کر رہے ہیں اُسی طرح مولوی محمد سعید صاحب سے بھی اظہار بیزاری و برائت کیجئے تاکہ مولوی صاحب آئندہ ایسی تجارت کرنے اور دین شیعہ کی بیخ کنی کرنے سے باز رہیں اور اپنے موجودہ گناہ عظیم سے تخریب مذہب شیعہ اور بیدینی سے توبہ کر لیں۔ ہم اپنا یہ رسالہ تمام علماء و کلمتہ و اعظمین شعراء و ڈیڑان اخبار اور علماء ہند کے قیام پر بھیج رہے ہیں اور محض اس غرض سے کہ جن حضرات نے شہید انسانیت

اس کے مصنف اور حایت کرنے والوں کو قابلِ برائت و نفرت و ملامت سمجھا ہے
 دیکھیں کہ وہ اشہر صاحب اور مولوی سعید صاحب کے متعلق بھی کچھ فرماتے ہیں یا نہیں
 اگر ان حضرات نے زینتِ کربلا کے خلاف دیا ہی اقدام کیا جیسا کہ انسانیت
 کے متعلق کیا تھا تو بے شک ان حضرات کا خلوصِ کلمہ ہی لیکن اگر خاموشی اختیار کی
 تو دنیا را ایمان کو یقین کر لینا چاہیے کہ شہیدانِ انسانیت میں کچھ نقائص ہوں یا نہ
 ہوں مگر مخالفین کی نیتیں ہرگز خالص نہ تھیں محض علی نقی صاحب کی دہائی عداوت
 کا رفرما ہی اور کچھ نہیں۔ آخر میں جنابِ مؤدب۔ جنابِ مہذب۔ جنابِ شہیم۔ اخبار
 سرفراز۔ نظارہ۔ وثیقہ دار۔ نور۔ مجاہد۔ الوہی و غیرہ کے خلوص کا بھی امتحان
 لینا ہے۔ زور و جواہر تو نہ ہمارے پاس ہے نہ ہماری مظلوم شہزادی کے پاس البتہ
 ایمان کی کسوٹی ضرور ہے۔ دیکھنا ہے کہ کھرا کون ہے۔

الافتخار السید محمد عفی عنہ

مؤرخہ ۵ اگست ۱۹۲۵ء

سچی دوا خانہ خاص لکھنؤ

لکھنؤ کا قلمی امیر علی اصغر علی تاجران غفرلہ یوڑھی آغا میر لکھنؤ

قیمت دو آنہ (رشتا ہی پر بس قیمت) اللہ رڈ لکھنؤ قیمت ۲۲

